السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سوال (۱) نیکی اوربدی کا خالق کون ہے؟ قرآن مجید میں ہے: خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا، توبدی کرنے میں گرفت کیسی؟

خدا ہر جگہ حاضر ناضر ہے اور نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد بھی ہے تو وحی کہاں سے اترتی تھی؟ (۲)

روح پاک چیز ہے یا پلید؟ اگر پاک ہے توکافروں کو نجس کیوں کہا گیا۔ کیونکہ ان میں بھی روح ہے۔ اگر پلید ہے تو پاک کوئی بھی نہیں۔ (۳)

ہر چیز کی خواہش کرنے والا نفس ہے۔ اور نفس ہی کو موت ہے، تو بہشت و دوزخ کس کے لیے ہے: كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ (۴)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بندہ تھے یا خدا۔ قرآن میں ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اور رسول کا نام محمد ﷺ ہے، جو مفعول کا صیغہ یعنی حمد کیا گیا تو خدا ہے۔ معلوم ہوا کہ محمد ﷺ خدا تھا۔؟ (۵)

اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کن کہتا ہے۔ کیا دنیا کو ہدایت کرنے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟ (۶)

ابلیس فرشتوں میں سے تھا یا کہ پہلے ہی الگ تھا؟ (۷)

کیا خالق غالب ہے یا مخلوق؟ (۸)

''قرآن کریم میں ہے: یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ''ہر چیز زمین آسمان اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ (۹)

توکافر کون ہوا، کیونکہ وہ بھی زمین کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنۡبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ معنیٰ ہو کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا۔ ہاں کفار سے قرآن مجید نے یہ حکایت کی ہے:

(لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكۡنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمۡنَا مِنۡ شَیۡءٍ (پ۸

''اگر خدا چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ کسی شے کو حرام کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

(كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ حَتّٰی ذَاقُوۡا بَاۡسَنَا قُلۡ هَلۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ (پ۸

''پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح تکذیب کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ اے محمد! (ﷺ) کہہ دے کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی دلیل ہے، اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم محض گمان کی تابعداری کرتے ہو اور محض اٹکل کے پیچھے جاتے ہو۔''

اس آیت میں خدا نے کتنے زور سے تردید کی ہے کہ جو تم کرتے ہو، خدا نہیں کرواتا بلکہ یہ محض تمہارا خیال اور محض تمہاری اٹکل ہے اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لیکن خالق ہونا اور شئے ہے اور کاسب (کمانے والا) ہونا اور شے ہے۔ خدا خلاق ہے بندہ کاسب (کمانے والا) ہے۔

ان دونوں میں کچھ فرق ہے۔ اس کو ہم تنظیم اہل حدیث کی جلد ۲ نمبر ۲۰ مورخہ ۲۶ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء میں واضح کر چکے ہیں۔ یہاں وہیں سے نقل کیے دیتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

خلق نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا اور کسب بندہ کی طرف سے کسی امر کا قصد اور ارادہ ہونا اور اس کے قصد اور ارادہ کے مطابق خدا کی طرف سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہونا، کسب میں کچھ احتیاج کا شائبہ بھی ہے۔ یعنی اپنی کمی اور ضرورت پوری کرنے کے لیے قصد و ارادہ ہوتا ہے اس لیے بھی اس کی نسبت بندے کی طرف وہتی ہے خدا کی طرف نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ علم وقدرت کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ بذاتہ عرش پر ہے اور آیہ کریمہ: نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ میں علم مراد ہے، یا فرشتے جیسے کہتے ہیں فلاں بادشاہ، فلاں بادشاہ سے لڑرہا ہے۔ حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی (۲) ہے۔ آگے فرشتوں کو بھی ذکر ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِذۡ یَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ

''یعنی ہم اس وقت شاہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب دو لینے والے بیٹھے ہو لیتے ہیں۔''

(۳) حدیث میں ہے:

((کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجانہ))

''ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی''

قرآن مجید میں بھی اس کا ارشاد موجود ہے:

فِطۡرَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ

''خدا کی فطرت (توحید) کو لازم پکڑو، جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس کو نہ بدلو۔''

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت روح پاک ہوتی ہے، پھر شرک سے نجس ہو جاتی ہے۔

(۴) موت کے چکھنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

(اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِهَا) (پ۲۴)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے۔''

نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہوگا۔ روحیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی، قرآن مجید میں ہے:

(وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ) (پ۳۰)

''جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں۔''

نیز خدا خالق ہے، وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے تو پھر بہشت دوزخ کس کے لیے کہنے کا کیا مطلب!

(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات کی بنا پر محمد کہا گیا ہے، وہ خدا کے دیے ہوئے ہیں۔ اس لیے محمد کی حمد عارضی ہے اور حقیقۃً حمد خدا کے لیے ہے۔ پس محمد خدا نہ ہوا کیونکہ اس کے لیے حقیقی حمد نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

(عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا) (۹/۵)

امید ہے خدا تجھے مقام محمود میں اٹھائے، اس آیت میں مقام کو محمود کہا ہے تو کیا وہ بھی خدا ہے۔

اگر اس کو منطقی سرایہ میں ادا کریں تو مخالف کا دعویٰ یوں ہوگا:

((مُحَمَّدٌ مَحۡمُوۡدٌ وَکُلُّ مَحۡمُوۡدٍ اللّٰهُ فَمُحَمَّدٌ اَللّٰهُ))

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا وسط مکرر نہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں محمود سے مراد ہے جس کے لیے عارضی حمد ہو۔ اور کبریٰ میں مراد ہے جس کے لیے حقیقی حمد ہو اور اگر کبریٰ میں بھی عارضی حمد ہو تو پھر کبریٰ کاذب ہے۔

اس کے علاوہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں: (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ) کا حاصل اللہ محمود ہے، اس صورت میں محمد محمود کو اس کے ساتھ ملائیں تو شکل ثانی بنے گی۔ اور شکل ثانی میں اختلاف فی الکیف شرط ہے جو یہاں مفقود ہے پس منتج نہیں ہوگی وفیہ نظر (ے ۱)

ے ۱) فیہ اشارہ الی ان معنی الحمد للہ رب العالمین ان کل حمد للہ و مختص بہ فحصل انکل محمود اللہ فتامل۔ ۱۲

اس کا ارادہ اللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ وَیَهۡدِیَکُمۡ سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ) (پ۵)

''خدا ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لیے بیان کرے، اور تمہیں پہلے لوگوں کے طریقوں کی ہدایت کرے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ہو بھی جاتی ہے ۔ یعنی بندہ کو حق ناحق کا بتلانے سے پتہ لگ جاتا ہے ۔ آگے خواہ قبول کرے یا نہ ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

(اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۲۸/۲۹

ہم نے انسان کو ہدایت کی، آگے وہ شکر کرنے والا ہے یا کفر کرنے والا ہے، یہ ایک طرح کی ہدایت ہوئی ۔

دوم : الدلالۃ الموصلۃ : یعنی حق کو پہنچا دینا اور بندہ کے اختیار کے بغیر دل میں اس کو جگہ دینا'' اس کا اللہ ارادہ نہیں کرتا ۔ کیونکہ پھر بندہ فعل مختار نہیں رہتا ۔ قرآن مجید میں ہے

(فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۸/۵

''خدا چاہتا تو تمہیں سب کو ہدایت کر دیتا ۔''

یعنی تمہارے اختیار کے بغیر محض قدرت کے تصرف سے تمہیں ہدایت والے بنانا چاہتا، جیسے فرشتوں کو ایسے ہی کیا ہے، تو تم سب ہدایت والے ہو جاتے ۔ لیکن وہ اس طرح نہیں کرتا بلکہ تمہیں اپنے اختیار میں پر چھوڑا ہے تا کہ اپنے اختیار سے نیکی بدی کر کے بدلے کے مستحق بنو ۔ اگر جبراً ہدایت کر دیتا تو بندہ کے اختیار کو دخل نہ ہوتا تو پھر اس میں بندہ کا کیا کمال تھا اور وہ انعام کا مستحق کس طرح ہو سکتا ۔ پس ضروری بات ہے کہ اللہ اس طرح کا ارادہ نہ کرے ۔

قرآن مجید میں ہے : (كَانَ مِنَ الْجِنِّ) ''یعنی ابلیس جنوں میں سے تھا ۔'' : (۵/۱۸) اس میں دو قول ہیں ۔ بعض کہتے ہیں ۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، ان کو جن کہتے ہیں، ابلیس ان سے تھا ۔ بعض کہتے ہیں زمینی جنوں سے تھا ۔ پہلے قول کی بنا پر فرشتوں سے تھا ۔ دوسرے قول کی بنا پر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں سے ملا دیا ۔ (۷)

خالق غالب ہے، اگر وہ محض اپنی قدرت کا تصرف کرے تو نہ ابلیس کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی اور، ہاں اگر وہ فعل مختار بنا دے تو پھر دوسرے کے اختیار کا بھی دخل ہو جاتا ہے خواہ نیکی کرے یا بدی، جیسے اوپر نمبر ۶ میں بیان ہو چکا ہے ۔ (۸)

تسبیح دو طرح ہے ایک زبان قال سے، ایک حال سے، ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں، اول الذکر بعض کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے : (۹)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ

آسمان و زمین والے سورج، چاند، ستارے، درخت اور بہت لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، اور بہت لوگ پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الٰہی ثابت ہو گیا ہے ۔'' (عبید اللہ امر تسری روپڑی رحمۃ اللہ علیہ) (تنظیم '' اہل حدیث لاہور جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۱۰)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاوی علمائے حدیث

جلد 09 ص 116-120

محدث فتویٰ